از عدالت الاعظمیٰ

ریاست مدھیہ پردیش

بنام

احمد اللہ

(اے۔کے۔سرکار اور این۔راجا گوپالا ایانگر، جسٹسز)

قتل _ مفقود الحواس _ مشکل وقت _ بریت _ ہائی کورٹ کا رد کرنے سے انکار، اگر جائز ہو _ تعزیرات ہند، دفعہ 84، 302۔

ہائی کورٹ نے سیشن جج کی طرف سے جاری کردہ تعزیرات ہند کی دفعہ 302 کے تحت قتل کے الزام میں مدعا علیہ کو بری کرنے کے حکم کی توثیق کی اس بنیاد پر کہ ملزم مفقود الحواس تھا۔ استغاثہ کا مقدمہ تھا کہ ملزم نے اپنی ساس کو قتل کیا جس کے خلاف اس نے ناجائز ارادہ کیا تھا، اس کا سر اس کے جسم سے کاٹ کر اس وقت کیا جب وہ رات کو سو رہی تھی۔ اس نے جرم کا اعتراف کیا لیکن مقدمے میں پاگل پن کی درخواست کی گئی۔ ریاست کی طرف سے خصوصی اجازت کے ساتھ اپیل پر:

یہ خیال کیا گیا کہ وقت کا اہم نقطہ جس پر مفقود الحواس قائم کی جانی چاہئے وہ وقت ہے جب جرم واقعتاً ارتکاب ہوتا ہے، جس کو ثابت کرنے کا بوجھ ملزم پر ہوتا ہے تاکہ اسے تعزیرات ہند کے دفعہ 84 کے تحت دی گئی چھوٹ کا حقدار بنایا جاسکے۔

صرف یہ ثابت کرنا کافی نہیں ہے کہ ملزم جرم کے ارتکاب سے پہلے یا بعد میں "مرگی کی قسم کے پاگل پن" کا شکار تھا۔

ہنری پیری، .Cr 14۔اپیل .Rep 48،اس کے بعد۔

کیس کے ریکارڈ پر ایسا کچھ بھی نہیں تھا جس سے یہ ظاہر ہو کہ جس وقت جرم کا ارتکاب ہوا تھا ملزم یہ جاننے سے قاصر تھا کہ وہ جو کچھ کر رہا تھا وہ غلط تھا یا قانون کے خلاف تھا اور اس لیے تعزیرات ہند کی دفعہ 84 کے تحت بری ہونے کا حقدار نہیں تھا۔

ہائی کورٹ کی طرف سے مقدمے کے ثابت شدہ حالات میں بری ہونے میں مداخلت کرنے سے انکار کو کسی بھی اصول کے تحت "مسلح وجوہات" کے طور پر جائز قرار نہیں دیا جا سکتا۔

فوجداری اپیل کا دائرہ اختیار: فوجداری اپیل نمبر 120 آف 1960۔

1957 کی فوجداری اپیل نمبر 3 میں مدھیہ پردیش ہائی کورٹ (گوالیار بنچ) کے 28 فروری 1958 کے فیصلے اور حکم سے خصوصی اجازت کے ذریعے اپیل۔

آئی۔این۔شروف، اپیل کنندہ کیلئے۔

جواب دہندہ پیش نہیں ہوا۔

25 جنوری 1961 کو عدالت کا فیصلہ سنایا گیا۔

جسٹس ایانگر _ یہ مدھیہ پردیش کی ہائی کورٹ (گوالیار بنچ) کی طرف سے خصوصی اجازت کو خارج کرنے کے خلاف ریاست مدھیہ پردیش کی طرف سے خصوصی اجازت کی طرف سے کی گئی اپیل ہے جس نے سیشن جج کے ذریعہ بریت کے حکم کو رد کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ جواب دہندہ کو تعزیرات ہند کی دفعہ 302 کے تحت کسی جرم کا مجرم نہ ٹھہرانا۔ سیشن جج کی طرف سے بری ہونے کی بنیاد، جس پر ہائی کورٹ نے اتفاق کیا تھا کہ جرم کے وقت جواب دہندہ کا دماغ ٹھیک نہیں تھا اور اس لیے وہ تعزیرات ہند کی دفعہ 84 کے

تحت بری ہونے کا حقدار تھا۔

حقائق یا ضابطہ کی دفعہ 84 کی تعمیر کے بارے میں بہت کم تنازعہ ہے کیونکہ دونوں سیشن جج کے ساتھ ساتھ ہائی کورٹ کے فاضل ججوں نے اپیل پر کہا ہے کہ وقت کا وہ اہم موڑ ہے جس پر بے ترتیبی ذہن ہے، جیسا کہ اس دفعہ میں بیان کیا گیا ہے، اس وقت قائم ہونا ضروری ہے جب ایکٹ کا ارتکاب کیا گیا تھا۔ اس اصول کا اطلاق ان حقائق پر ہوتا ہے جو ثبوتوں سے ثابت ہوتے ہیں جو ہمارے سامنے اپیل کنندہ ریاست کی شکایت کی بنیاد ہے۔

تعزیرات ہند کی دفعہ 84 جو جواب دہندہ کے ذریعہ درج ذیل عدالتوں میں کامیابی کے ساتھ چلائی گئی تھی ان شرائط میں چلتی ہے:

" کوئی بھی جرم ایسا نہیں ہے جو کسی شخص کی طرف سے کیا جاتا ہے، جو کرتے وقت، دماغ کی خرابی کی وجہ سے، اس فعل کی نوعیت کو جاننے سے قاصر ہو، یا یہ کہ وہ ایسا کام کر رہا ہے جو یا تو غلط ہے یا قانون کے خلاف ہے۔"

یہ بات متنازعہ نہیں ہے کہ اس بات کے ثبوت کا بوجھ کہ ملزم کی ذہنی حالت اس وقت کے اہم موڑ پر تھی، جیسا کہ اس دفعہ میں بیان کیا گیا ہے جو اس استثنٰی سے فائدہ اٹھانے کا دعویٰ کرتا ہے (بشمول دفعہ 105، انڈین ایویڈینس ایکٹ، مثال (a))۔

ہمارے فیصلے کے لیے اٹھائے گئے نکتے کی تعریف کرنے کے لیے ضروری ہے کہ سیشن جج کے نتائج کا حوالہ دیا جائے جو ہائی کورٹ کے فاضل ججوں نے منظور کیے تھے۔ تاہم اس سے پہلے کہ ہم ایسا کریں، ہم چند حقائق بیان کریں گے جن کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے: مقتول بسم اللہ کا تعلق ملزم مدعا علیہ سے اپنی بیوی جنات کی والدہ کے طور پر تھا جسے اس نے طلاق دے دی تھی۔ ملزم نے اپنی ساس کے خلاف ایسے معاملات کی شکایت کی جس کا تعین کرنا غیر ضروری ہے۔ 28 ستمبر 1954 کی رات بسم اللہ اپنے ہی گھر میں سونے کے لیے چلی گئی۔ اگلے دن صبح بسم اللہ کی لاش اس کے شوہر کو اس چارپائی پر خون میں لت پت پڑی ملی جس پر وہ سو رہی تھی، سر کے ساتھ۔ لاپتہ متوفی کے بیٹے کی جانب سے فوری طور پر فرسٹ انفارمیشن رپورٹ درج کرائی گئی۔ پولیس کو مطلع کیا گیا کہ جواب دہندہ نے بسم اللہ کے ساتھ بدتمیزی کی تھی اور اس کے بعد سب انسپکٹر نے جو تفتیش کا انچارج تھا جواب دہندہ کو بھیجا۔ مدعا علیہ نے قتل کا اعتراف کرتے ہوئے بتایا کہ اس نے

بسم اللہ کا سر اور چاقو جس سے اسے جسم سے الگ کیا گیا تھا کپڑے کے تھیلے میں ڈالا تھا جسے اس نے اپنے والد کی فرنیچر کی دکان میں زیر زمین سیل میں چھپا رکھا تھا۔ مدعا علیہ کو اس دکان پر لے جایا گیا جہاں اس نے پنچ گواہوں کی موجودگی میں سامان نکال لیا۔ اس نے دکان کے کیش باکس سے ایک ٹارچ بھی نکالی اور اس بیان کے ساتھ پولیس کے حوالے کر دی کہ یہ ٹارچ اس نے قتل کے موقع پر اندھیرے میں مقتول کو ڈھونڈنے کے لیے استعمال کی تھی۔ ملزم نے مزید بتایا کہ وہ جس طریقے سے مقتول کے گھر کی دیوار کو پھلانگنے میں کامیاب ہوا، کیسے وہ کمرے میں داخل ہوا، کیسے اسے چارپائی پر سوتا ہوا پایا۔ اور کس طرح اس نے سر کو تنے سے کاٹا اور پہلے والے کو لے جا کر اس جگہ چھپا دیا جہاں سے اس نے اسے نکالا تھا۔ مدعا علیہ کو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے سامنے پیش کیا گیا جس کے سامنے اس نے مذکورہ بالا تمام حقائق کو بیان کرتے ہوئے اعترافی بیان دیا۔ اس کے بعد اس نے تعزیرات ہند کی دفعہ 302 کے تحت جرم کے لیے سیشن جج، گوالیار کی عدالت کے سامنے اپنا مقدمہ چلانے کا عہد کیا۔ ہمیں صرف یہ بتانا ہے کہ وہ اعترافی بیان جس کی کافی حد تک دیگر شواہد سے تصدیق کی گئی تھی کبھی واپس نہیں لیا گیا تھا حالانکہ اس نے ضابطہ فوجداری کی دفعہ 342 کے تحت کمٹنگ مجسٹریٹ اور سیشن جج کے ذریعہ پوچھے گئے سوالات کے جوابات میں ہر چیز سے لاعلمی کا دعویٰ کیا تھا۔

دفاع کی جانب سے، دماغ کی خرابی کی درخواست کی حمایت میں تین گواہوں کا معائنہ کیا گیا، جن میں سے دو طبی آدمی تھے۔ پہلا گواہ مہاویر سنگھ ڈسٹرکٹ سول سرجن اور مینٹل ہسپتال کا سپرنٹنڈنٹ تھا۔ انہوں نے اگست 1952 میں ملزم کا پرائیویٹ مریض کے طور پر علاج کرنے کی بات کی۔ اس کا بیان یہ تھا کہ ملزم کو مرگی کی قسم کا پاگل پن تھا، آخری بار جب اس نے اسے اگست 1952 میں دیکھا تھا، یعنی وقوعہ کی تاریخ سے دو سال پہلے۔ اس لیے اس کے شواہد بہت زیادہ مادی نہیں ہو سکتے، فیصلہ کن نہیں، اس سوال پر کہ آیا اس وقت جب جرم کا ارتکاب کیا گیا تھا، ضابطہ کی دفعہ 84 کے مطابق ملزم پاگل تھا یا نہیں۔ دفاع کے لیے جانچنے والے دوسرے طبی گواہ مینٹل ہسپتال کے سپرنٹنڈنٹ تھے جنہوں نے 18 نومبر 1954 کو اور اس کے بعد ملزم کا معائنہ کیا تھا، یعنی اس واقعے کے تقریباً دو ماہ بعد۔ اس کے بیان کا یہ بھی مطلب تھا کہ ملزم مرگی کے پاگل پن میں مبتلا ہے۔ گواہ نے گواہی دی، کہ مریض کے فٹ ہونے کے حملے کے پہلے مرحلے میں وہ چڑچڑا ہو جاتا ہے، دوسرے مرحلے میں مریض کو ہاتھ پاؤں میں آکشیپ ہوتی ہے اور تیسرے مرحلے میں مریض بے ہوش ہو جاتا ہے اور آخری سٹیج پر مریض ایسا کر سکتا ہے۔ نیند میں چہل قدمی کی طرح کام کرتا ہے: ظاہر ہے کہ یہ اس بیماری کی نوعیت کے بارے میں ماہرانہ ثبوت تھا جس کے بارے میں ڈاکٹر نے بتایا کہ ملزم اس میں مبتلا تھا،

اور فعل کے وقت ملزم کی ذہنی حالت سے متعلق کوئی ثبوت نہیں تھا۔ دوسرا گواہ جس نے ملزم کی ذہنی حالت کے بارے میں بتایا وہ اس کے والد تھے۔ اپنے ثبوت میں انہوں نے کہا:

ملزم 28 ستمبر 1954 کی شام کو پریشان ذہنی حالت میں تھا۔ اس نے دو دن سے کھانا نہیں کھایا تھا۔ جب میں 29 ستمبر 1954 کی صبح ساڑھے 7 یا 7:45 پر دکان پر گیا تو میں نے دیکھا کہ ملزم بے ہوش تھا اور اس کے ہاتھ پاؤں اکڑے ہوئے تھے۔ تبھی پولیس وہاں آئی اور ملزم کو لے گئی۔

اس ثبوت کی بنیاد پر سیشن جج نے صحیح طور پر قانون بتانے کے بعد کہا کہ تعزیرات ہند کی دفعہ 84 کے تحت وہ وقت کا اہم نقطہ جس پر دماغ کی بے اطمینانی قائم کی جانی چاہیئے، وہ وقت ہے جب جرم کا ارتکاب کرنے والا فعل ہوتا ہے اور کہ یہ ثابت کرنے کا بوجھ کہ ایک ملزم اس استثنٰی سے مستفید ہونے کا حقدار ہے، ان ثبوتوں کا خلاصہ پیش کیا جو اس مقدمے میں ان شرائط میں پیش کیے گئے تھے:

"اس لیے اگلی بات یہ ہے کہ کیا ملزم اس فعل کی نوعیت کو جاننے سے قاصر تھا۔ یہ حقیقت کہ ملزم رات کو اپنی ساس کے گھر گیا، جان بوجھ کر اس کا سر کاٹ کر اپنے گھر لے آیا، اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ملزم اس فعل کی نوعیت جاننے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ اس کو مختلف انداز میں دیکھا جائے تو بسملہ کو قتل کرتے وقت ملزم اس تاثر میں نہیں تھا کہ وہ مٹی کا برتن توڑ رہا ہے۔ یہاں تک کہ دفاع کے ماہر وکیل نے بھی پاگل پن کے اس پہلو پر کوئی زور نہیں دیا۔ تاہم، اس نے دعویٰ کیا کہ ملزم یہ جاننے سے قاصر ہے کہ وہ جو کچھ کر رہا تھا وہ غلط تھا یا قانون کے خلاف تھا۔

تاہم فاضل جج نے مندرجہ ذیل دلائل پر ملزم کو بری کرنے کے اپنے فیصلے پر روک لگا دی:

"حالات یہ ہیں کہ جرم کے فوراً بعد ملزم کو دماغی ہسپتال میں داخل کر دیا گیا اور ہسپتال کا سپرنٹنڈنٹ کم از کم اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ ملزم کو مرگی کا مرض لاحق ہے۔ اب مرگی ایک قسم کی بیماری ہے جو پاگل پن کا سبب بن سکتی ہے۔ اسے مرگی کا پاگل پن کہتے ہیں۔ اس پاگل پن میں مریض یہ جانے بغیر کہ وہ کیا کر رہا تھا وحشیانہ قتل کرتا ہے۔ مرگی کے مرض میں مبتلا ملزم نے بہیمانہ قتل کیا ہے۔ اس طرح یہ یقین کرنے کی بنیاد ہے کہ

اس نے مرگی کے پاگل پن میں یہ قتل کیا ہوگا.................. .. یہ باتیں اس بات کو جنم دیتی ہیں کہ ملزم نے یہ جرم پاگل پن کی حالت میں اور جانے بغیر کیا ہوگا۔ کہ جو کچھ وہ کررہا تھا وہ غلط تھا یا قانون کے خلاف تھا۔ لہٰذا مجھے معلوم ہوا کہ ملزم احمداللہ نے بسملہ کا سر چھری سے جسم سے الگ کر کے قتل کیا تھا لیکن دماغی خرابی کی وجہ سے وہ یہ جاننے سے قاصر تھا کہ وہ جو کچھ کررہا تھا وہ غلط تھا یا خلاف قانون اور وہ لہٰذا، قتل کے اس جرم کا مجرم نہیں ہے جس کے ساتھ اس پر دفعہ 302، تعزیرات ہند کے تحت الزام لگایا گیا ہے اور میں ہدایت کرتا ہوں کہ مذکورہ ملزم کو بری کردیا جائے۔

فاضل جج نے یقینی طور پر پایا تھا کہ ملزم کو اس فعل کی نوعیت کا علم تھا جو وہ کررہا تھا، جس کی ہم فی الحال نشاندہی کریں گے، ہائی کورٹ کے فاضل ججوں نے اس کی تائید کی۔ اس کے پیش نظر ہمیں اس استدلال کو برقرار رکھنا کافی مشکل لگتا ہے جس پر اس مقدمے کے حقائق پر آخری نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے۔

سیشن جج کی جانب سے بریت کے اس حکم سے ریاست نے ہائی کورٹ میں اپیل دائر کی۔ ہائی کورٹ کے فاضل ججوں نے بھی اس قانونی موقف کی صحیح داد دی کہ تعزیرات ہند کی دفعہ 84 کے ذریعے فراہم کردہ استثنیٰ کا فائدہ اٹھانے کے لیے یہ ثابت کرنا ضروری ہوگا کہ ملزم، فعل کے وقت، پاگل تھا۔ فاضل جج صاحبان نے کیس کے اس پہلو پر کہا:

"اہم لمحے سے فوراً پہلے اور اس کے بعد کی ذہنی حالت کے بارے میں، ہمارے پاس حالات، 29 تاریخ کی صبح جواب دہندہ کا طرز عمل اور اس دوپہر کو دیا گیا اعترافی بیان ہے۔ بذات خود وہ دفعہ 84 کے لیے ضروری ذہنی بے قاعدگی کے نظریہ کی حمایت نہیں کرتے، حالانکہ وہ مرگی کے پاگل پن کے ساتھ مستقل طور پر قابل وضاحت ہیں۔ یہ قتل بذات خود غیر معمولی چالاکی کے ساتھ کیا گیا ہے، اور انتہائی دیدہ ایزی کی تفصیل پر توجہ دی گئی ہے.................. یہ یقینی ہے کہ جواب دہندہ اس وقت جانتا تھا کہ وہ کیا کررہا تھا؛ اسے یقین نہیں آیا کہ وہ برتن توڑ رہا ہے یا گوبھی کاٹ رہا ہے، بلکہ ایک انسان کی جان لے رہا ہے جس کے بارے میں وہ کہتا ہے کہ 16 گھنٹے کے اندر، اس نے اپنی عزت کو ثابت کرنے کے لیے کیا۔ درحقیقت اعتراف جرم کے وقت حالت افسردگی یا بلیک آؤٹ کی بجائے خوشی کی ہوتی ہے.................. فاضل سیشن جج نے کہا کہ مدعا علیہ مرگی کے پاگل پن کا شکار تھا۔ 28 ویں رات، جب اس نے اپنی ساس کو قتل کیا؛ یہ واضح طور پر درج

نہیں ہے، لیکن یہ بھی اس کی تلاش سے لگتا ہے کہ مرگی کے پاگل پن کا یہ فٹ کم از کم اس کے اعتراف کے وقت تک جاری رہا۔ یہ تلاش ایسی نہیں ہے جس کی تائید کرنے کے لیے کوئی ثبوت نہیں ہے، یا ایسا نہیں ہے جسے ٹیڑھا کہا جا سکتا ہے۔ پھر بھی، یہ وہ ہے جس پر صحیح طریقے سے پہنچا جا سکتا ہے، صرف اس صورت میں جب یہ 29 ستمبر 1954 کے فوراً بعد جواب دہندہ پر کیے گئے مشاہدے سے مطابقت رکھتا ہو۔

انہوں نے اس بات کی نشاندہی کی کہ اس ایکٹ کے فوراً بعد طبی ماہرین کی طرف سے کوئی مشاہدہ نہیں کیا گیا تھا تا کہ اس سے پہلے ملزم کی ذہنی حالت کا اندازہ لگایا جا سکے۔ دونوں طرف کے دلائل کی تفصیل کے بعد فاضل جج صاحبان نے نتیجہ اخذ کیا:

"اس طرح ہمارے پاس ایسا کوئی ثبوت نہیں ہے جو آئی پی سی کے دفعہ 84 کے مطابق ایکٹ کے وقت اس قسم کی ذہنی خرابی کی نشاندہی کرتا ہو۔ لیکن شامل کردہ عیب دار مواد پر، یہ میری رائے میں کسی بھی طرح سے ایک غیر اطمینان بخش نتیجہ ہوتا .... اس طرح کے معاملے میں جب ثابت شدہ حقائق قتل کے جرم میں سزا کی حمایت کرتے ہیں تو یہ دفاع کے لیے تھا۔ ثبوت اور اسے اصولی طور پر اس سلسلے میں کسی کوتاہی کا نتیجہ بھگتنا چاہیے۔

ان مشاہدات سے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ہائی کورٹ کے فاضل جج صاحبان سیشن جج سے اپنے نتیجہ میں موجودہ کیس کے حقائق پر دفعہ 84 کے اطلاق کے حوالے سے مختلف تھے۔ تاہم، انہوں نے جاری رکھا:-

"سیشن جج مطمئن تھا کہ دفاع نے یہ ثابت کرنے کی ذمہ داری سے فارغ کر دیا ہے کہ جرم کے ارتکاب کے وقت ملزم ذہنی طور پر اتنا ناقص تھا کہ اسے معلوم نہیں تھا کہ یہ فعل غلط اور خلاف قانون ہے۔ اب یہ ریاست کو اپیل میں یہ ثابت کرنا ہے کہ نتیجہ ٹیڑھا ہے اور اس کی مجبوری وجوہات ہیں کہ اس فیصلے کو کیوں تبدیل کیا جانا چاہیئے اور اسی بنیاد پر فاضل ججوں نے ریاست کی طرف سے اپیل کو مسترد کر دیا۔

ہم خود کو اس نتیجے یا اس استدلال کے ساتھ متفق کرنے میں مکمل طور پر قاصر ہیں جس پر یہ ٹھہرا ہوا ہے۔ فاضل جج اس بات کی تعریف کرنے میں ناکام رہے کہ عدالت کے فیصلے میں غلطی ہے۔ سیشن جج نے ملزم کے والد کی گواہی کو واضح طور پر قبول کرنے میں اتنا زیادہ دخل نہیں دیا کیونکہ وہ ظاہر ہے کہ ایک دلچسپی رکھنے والا گواہ تھا اور اس کا اپیل کنندہ۔ ریاست یقینی طور پر اور معقول طور پر شکایت کر سکتی ہے لیکن اس بنیاد پر

کارروائی کرتے ہوئے جس میں مفروضوں پر قائم ہونے والے قیاسات اور امکانات کو ثابت شدہ حقائق کے لیے ڈیوٹی کرنے کی اجازت دی گئی تھی، جس کا دعویٰ اس دفعہ کے تحت استثنیٰ سے قبل قانون کو قائم کرنا ضروری تھا۔ ایسے حالات میں بری ہونے میں مداخلت کرنے سے انکار کو شاید ہی کسی قاعدے کے تحت جائز قرار دیا جا سکتا ہے- جیسا کہ مداخلت کے لیے "متحرک وجوہات" حتیٰ کہ ایسے قاعدے کا وجود فرض کرلیا جائے۔ ہائی کورٹ کے فیصلے میں غلطی اس حقیقت کو نظر انداز کرنے پر مشتمل تھی کہ ریکارڈ پر ایسا کچھ نہیں تھا جس کی بنیاد پر یہ کہا جاسکے کہ ایکٹ کے وقت ملزم یہ جاننے سے قاصر تھا کہ وہ کیا کررہا تھا۔ غلط یا قانون کے خلاف۔

اس سلسلے میں ہم ہنری پیری میں انگلینڈ کی عدالت برائے کرمنل اپیل کے فیصلے کا حوالہ دے سکتے ہیں جہاں یہ بھی دفاع کیا گیا تھا کہ ملزم مرگی کے پاگل پن کا شکار تھا۔ دلیل پڑھنے کے دوران، سی جے نے مشاہدہ کیا:

''اس سارے سوال کی جڑ یہ ہے کہ کیا یہ شخص اس وقت مرگی میں مبتلا تھا جب اس نے جرم کیا تھا۔ بصورت دیگر یہ سب سے خطرناک نظریہ ہوگا اگر کوئی آدمی یہ کہہ سکتا ہے کہ 'مجھے ایک بار مرگی کا مرض لاحق ہوا تھا، اور اس کے بعد ہونے والی ہر چیز کو اسی پر ڈالنا چاہیے۔''

فاضل چیف جسٹس نے اپیل خارج کرتے ہوئے کہا:

"ہر آدمی کو سمجھا جاتا ہے کہ وہ سمجھدار رہے اور اپنے اعمال کے ذمہ دار ہونے کے لئے کافی حد تک وجہ رکھتا ہے جب تک کہ اس کے برعکس ثابت نہ ہو۔ پاگل پن کو قائم کرنے کے لیے یہ واضح طور پر ثابت ہونا چاہیے کہ اس فعل کا ارتکاب کرتے وقت فریق اس طرح کے بیماری میں مبتلا رہا ہے کہ وہ جس فعل کا ارتکاب کر رہا ہے اس کی نوعیت اور معیار کا علم نہ ہو، یعنی جسمانی نوعیت اور معیار جیسا کہ۔ اخلاق سے ممتاز —یا، اگر وہ اس فعل کی نوعیت اور معیار کو جانتا ہے جس کا وہ ارتکاب کررہا ہے، کہ وہ نہیں جانتا کہ وہ غلط کررہا ہے، تاہم، جیوری کے سامنے طبی کردار کا ثبوت موجود ہے، اور اس کے بیانات ہیں۔ قیدی نے ازخود بتایا، کہ وہ مرگی کے مرض میں مبتلا ہے۔ عدالت کے پاس مزید شواہد موجود ہیں، خاص طور پر جیل کے ریکارڈ میں، اس کے مرگی کے حملے تھے۔ لیکن اسے قائم کرنا صرف ایک قدم ہے۔ یہ ظاہر کرنا ضروری ہے ہ اس شخص کو اس وقت مرگی کے دورے پڑ رہے تھے جب اس نے قتل کیا تھا اور یہ ثابت نہیں ہوا۔

ہم سمجھتے ہیں کہ موجودہ کیس میں صورتحال بہت ملتی جلتی ہے اور جو مشاہدات اخذ کیے گئے ہیں ان کا اطلاق عین مطابق ہوتا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ عدالت کے سامنے سیشن جج کی جانب سے یہ ثابت کرنے کے لیے ثبوت میں کوئی بنیاد نہیں تھی کہ اہم لمحے میں جب ملزم نے اپنی ساس کا گلا کاٹ کر اس کا سر کاٹا، وہ دماغی کمزوری کی وجہ سے نااہل تھا۔ یہ جان کر کہ وہ جو کر رہا تھا وہ غلط تھا۔ یہاں تک کہ والد کے ثبوت بھی اس طرح کے فیصلے کی حمایت نہیں کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں درج ذیل عدالتیں ان حالات کو مدنظر رکھنے میں ناکام رہی ہیں جن میں قتل کو شامل کیا گیا تھا۔ ملزم نے بسملہ سے بدتمیزی کی اور یہ فعل رات گئے اس وقت کیا جب وہ نظر نہیں آئے گی، ملزم اپنے ساتھ ٹارچ لے کر مقتول کے گھر تک چوری چھپے دیوار پھلانگ کر رسائی حاصل کر رہا تھا۔ پھر ایک بار پھر سر بلندی کا موڈ تھا جس کا مظاہرہ ملزم نے اس کی زندگی سے نکالنے کے بعد کیا۔ یہ ایک ایسا جرم تھا جس کا ارتکاب اچانک دیوانگی کے عالم میں نہیں کیا گیا تھا بلکہ ایک ایسا جرم تھا جس سے پہلے محتاط منصوبہ بندی اور عمل میں ٹھنڈے حساب کتاب کا مظاہرہ کیا گیا تھا اور ایک ایسے شخص کے خلاف کارروائی کی گئی تھی جسے دشمن سمجھا جاتا تھا۔

اس لیے اپیل کی اجازت ہے، مدعا علیہ کے خلاف منظور ہونے والے بریت کے حکم کو مسترد کر دیا جائے گا اور اس کی جگہ یہ ثابت کیا جائے گا کہ مدعا علیہ تعزیرات ہند کی دفعہ 302 کے تحت قتل کا مجرم ہے۔ معمول کے مطابق غیر انسانی سفاکیت کے ساتھ کیے گئے گھناؤنے اور پہلے سے سوچے گئے جرم کی مناسب سزا موت کی سزا ہوتی۔ لیکن اس حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ ملزم کو سیشن جج نے ایک حکم نامے سے بری کر دیا ہے جس کی ہائی کورٹ نے توثیق کی ہے، ہم سمجھتے ہیں کہ اگر ہم ملزم کو عمر قید کی سزا سنائیں تو انصاف کی انتہا ہو جائے گی۔ یہ شامل کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ ریاستی حکومت ملزم کا علاج اسائلم میں کروانے کے لیے اقدامات کرے گی جب تک کہ وہ اس کی بیماری سے ٹھیک نہیں ہو جاتا، اگر یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔

اپیل کی اجازت ہے۔

Sheikh Javiad Alam
2024.04.02 12:22
I attest to the accuracy and
integrity of this document